OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:4, Issue: 2, Jul -Dec 2023
DOI:10.51665/al-duhaa.004.02.0225, PP: 01-12

تحریک استشراق کی تاریخ کے ادوار کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

A research and analytical study of the historical periods of the Orientalism movement

Published: 10-10-2023
Accepted: 05-10-2023
Received: 05-09-2023

Dr. Syed Mahmood-ul-Hassan Hashimi
Associate Professor Islamic Studies, Government Postgraduate College Mansehra, KPK, Pakistan
Email: mahmoodhashimi@yahoo.com

Muhammad Hassan Raza
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad
Email: hassani97edu@gmail.com

Abstract

In this article, a research and analysis are presented on the history of the Orientalism movement, which spans centuries. The Orientalism movement includes people belonging to different religions and ideologies. This movement has many objectives and the methods they adopt to achieve them also change according to the time and people. An Orientalist one creates fictions to defame Islam and the other devotes his life to finding places in Islamic literature where he can attack Islam for the same purpose. Orientalists include those who spend their lives illuminating the world with the light of knowledge and in this movement, there are people whose purpose of life is nothing but to draw the veils of doubt over the beautiful face of truth. It is not possible to decide whether the Orientalism movement is carrying good gifts for mankind at its feet or this movement is busy trying to throw the human race into the pit of misguidance. The Orientalists can be understood in the light of the Orientalism movement; therefore the Orientalism movement has been divided into six periods.

Keywords: *Islam, Prophet Muhammad, Quran, Hadees, Sharia, Movement, Orientalism.*

CC BY

تعارف

تحریکِ استشراق کی تاریخ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ مختلف ادوار سے ہوتی ہوئی اب تک موجود ہے۔ مختلف مذاہب اور نظریات سے تعلق رکھنے والے لوگ اس تحریک میں شامل ہیں۔اس تحریک کے پیشِ نظر متعدد مقاصد ہیں اور ان مقاصد کے حصول کے لیے وہ جو طریقہ کار اپناتے ہیں وہ بھی زمانے اور افراد کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ایک مستشرق اسلام کو بدنام کرنے کے لیے افسانے تراشتا ہے اور دوسرا اسی مقصد کے لیے اسلامی ادب سے ایسے مقامات تلاش کرنے کے لیے زندگی وقف کر دیتا ہے جن کے ذریعے وہ اسلام پر حملہ کر سکے۔ مستشرقین میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے دنیا کو علم کے نور سے منور کرنے کے لیے اپنی زندگیاں صرف کر دیں اور اس تحریک میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جن کی زندگیوں کا مقصد حق کے رُخِ زیبا پر شکوک و شبہات کے دبیز پردے تاننے کے سوا کچھ نہیں۔اس صورت حال میں کسی انسان کے لیے فیصلہ کرنا ممکن نہیں رہتا کہ استشراق کی تحریک اپنے دامن میں بنی نوع انسان کے لیے خیر کی سوغات لیے پھرتی ہے یا یہ تحریک نسلِ انسانی کو گمراہی کے گڑھے میں پھینکنے کے لیے مصروفِ تگ و دو ہے۔

دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو مستشرقین کو دنیا کا بہت بڑا محسن سمجھتے ہیں اور ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس تحریک کو تاریکیوں کا علمبردار سمجھتے ہیں۔اس قسم کی دونوں آراء کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیوں کہ مستشرقین نے کئی مفید کام بھی کئے ہیں اور ان گراں مایہ کاموں کی وجہ سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو اور ان کے کام کو قدر کی نظر سے دیکھا جائے۔ دوسری طرف مستشرقین نے وہ کام بھی کیے ہیں جو بنی نوع انسان کے لیے فکری بے اعتدالی، نظریاتی بے راہروی اور مادی تباہی کا باعث بنے ہیں۔اس قسم کی غلط کاریوں پر یہ لوگ مذمت کے مستحق ہیں۔اس قسم کی غلط کاریوں پر مستشرقین کی مذمت کرنا اور ان کی اصلیت کو اجاگر کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ انسانیت کو ان کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔ مستشرقین کی تاریخ کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو مختلف طبقات میں مختلف ادوار کے حساب سے تقسیم کیا جا سکتا ہے جن میں خالص علم کے شیدائی مستشرقین، متعصب یہودی اور عیسائی مستشرقین، ملحد مستشرقین، اپنے علم کو پیشہ بنانے والے مستشرقین، ایسے مستشرقین جن کی تحریروں میں اسلام کے متعلق انصاف کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ لوگ جو مستشرق تھے لیکن حق کا نور دیکھ کر اس کے حلقے میں شامل ہو گئے موجود ہیں۔ان کے ادوار کے مطالعہ سے قبل ان کی تعریف اور مقاصد کو جاننا ضروری ہے جسے بیان کیا جا رہا ہے:

استشراق اور مستشرقین کی تعریف:

استشراق کی تحریک کا آغاز عملاً آٹھویں صدی عیسوی سے ہو چکا تھا اگرچہ اس تحریک کو یہ نام کئی صدیوں بعد دیا گیا۔[1] بعض معاصر محققین نے استدلال کیا ہے کہ اصل میں مستشرقین کی تحریک کا آغاز 967ء عیسوی میں Gerberdi Auriac گیر برڈی اوریک کے فرانس سے قرطبہ تک کے سفر سے ہوا۔جو الحکم الثانی کے دور میں حکمت کی تلاش میں تھا۔[2] یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین کا پہلا مطالعہ چرچ کے بازوؤں سے شروع ہوا اور اندلس ہی سب سے پہلے مستشرقین کے افکار کا گھر کہلایا جہاں سے انہوں نے ابتداء کی۔ اربری کے نزدیک: "Orientalist" یعنی مستشرق کا لفظ پہلی مرتبہ 1630ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا۔[3] بعد میں اس کا اطلاق مشرقی زبانیں جاننے والوں پر کیا گیا۔ کلمۂ مستشرق بطور لغت پہلی مرتبہ فرانسیسی مجمع اکیڈمی میں 1838ء میں استعمال کیا گیا۔اس کے بعد اس کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا گیا پھر یہ لفظ مشرقی ثقافت میں تخصص کرنے والے عالم پر دلالت کرنے لگا۔

استشراق کی تعریف جو عام طور پر مشہور ہے وہ یہ ہے:

"غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفے، ادب اور، مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے"۔[4]

اس تعریف کی رو سے جو غیر مشرقی عالم، مشرقی علوم کے لیے اپنے آپ کو وقف کرے گا اسے مستشرق کہا جائے گا۔

آکسفورڈ کی جدید ڈکشنری میں مستشرق کی جو تعریف کی گئی ہے وہ یہ ہے:

"مستشرق وہ ہے جو مشرقی علوم وآداب میں مہارت حاصل کرے"۔[5]

یہ تعریفیں ایسی نہیں جو صدیوں سے موجود استشراق کی فعال اور متحرک تحریک کے مقاصد اور عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہوں اس کی اہم وجہ غالباً یہ ہے کہ جس طرح مستشرقین اپنے مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی حکمتِ عملی پر کاربند ہیں، اسی طرح وہ اپنے نام کی تشہیر بھی نہیں چاہتے۔ یہ تحریک صدیوں مصروفِ عمل رہی لیکن اس تحریک کا کوئی باضابطہ نام نہ تھا۔

ڈاکٹر احمد عبدالحمید غراب نے اپنی کتاب "رؤیۃ الاسلامیۃ للاستشراق" میں استشراق کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"استشراق اس مغربی اسلوب کا نام ہے جس کا مقصد مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس کی فکری اور سیاسی تشکیل نو کرنا ہے"۔[6]

یہ تعریف اگرچہ مستشرقین کے استعماری اور استحصالی ارادوں کا پتہ دیتی ہے تاہم ان کے سینوں میں موجود اس حقیقی خواہش کی طرف اشارہ نہیں کرتی جس کا پردہ اللہ تعالیٰ کا فرمان شق کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ''[7]

دل سے چاہتا ہے ایک گروہ اہل کتاب سے کہ تمہیں کسی طرح گمراہ کردیں، اور نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو اور وہ (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے۔

استشراق اور مستشرقین کی صحیح تعریف کرنے کے لیے لفظ "مشرق" کا وہ مفہوم بڑا معاون ہو سکتا ہے جو رودی بارت نے بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد ابراہیم الفیومی رودی بارت کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"مستشرقین کے عرف میں لفظ "مشرق" کا جغرافیائی مفہوم مراد نہیں بلکہ ان کے ہاں مشرق سے مراد ایسی زمین کے وہ خطے ہیں جن پر اسلام کو فروغ حاصل ہوا"۔[8]

گویا مستشرقین کے نزدیک لفظ مشرق سے مراد اسلامی ممالک ہیں اور دنیائے اسلام کو وہ مشرق کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے ضیاء النبی میں مستشرقین کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ:

"اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص، جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدن، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائلِ حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کر سکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائلِ حیات کا استحصال کر سکیں، ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریک استشراق کہلاتی ہے"۔[9]

مشرقی سائنس کا پہلا کام تحقیقی اور تہذیبی نوعیت کا تھا۔ آج کا استشراق کل کے استشراق سے قدرے مختلف ہے۔ استشراق کی اصطلاح سے آج کے دور میں جو ہمارا مطلب ہے وہ اپنے لغوی تصور اور اس کے ابتدائی ماخذ میں استشراق کے پہلے تصور سے مختلف ہے۔ پہلے استشراق کا تنگ تصور تھا۔ آج کا استشراق بطورِ تہذیب، عقیدہ، ورثہ اور قوم کے ایک مکتب، سائنس، سیاست اور معیشت ہے۔ جب ہم استشراق کو تنگ محاوراتی معنوں میں مراد لیتے ہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اسلام اور عربی علوم میں مغربی اسکالرز کی دلچسپی، ان کے علماء کے نقطۂ نظر، ان کے اداروں، ہدایات اور مقاصد کے اعتبار سے۔

مقاصد:

مستشرقین کے مقاصد میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں لیکن اسلام دشمنی کا بنیادی مقصد کبھی ان کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کبھی مصر پر حملے کے وقت نپولین بوناپارٹ کے ہم رکاب نظر آتے ہیں، تو کبھی اسلامی ممالک میں مغربی استعمار کے

قیام کی راہ ہموار کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی استعمار کے خلاف اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں میں استعماری حکومتوں کے مشیر بن کر حق نمک ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ان کا ایک طبقہ مسلمانوں کے خلاف صیہونی تحریک سے بھی الحاق کر لیتا ہے اور الحادی طاقتیں بھی اسے اسلام کے مقابلے میں کم خطرہ نظر آتی ہیں۔ مستشرقین کے طبقہ کا پھلایا ہوا زہر ملتِ اسلامیہ کی اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں سرایت کر چکا ہے اور ملت اسلامیہ اس خطرے کا احساس جتنی جلدی کرلے اتنا ہی اس کے حق میں بہتر ہے۔

مستشرقین کے 6 چھ ادوار:

مستشرقین کی تاریخ کے جو ادوار بنائے جاتے ہیں ان سے زمانوں کا تعین ممکن نہیں، کیوں کہ مشرق سے مغرب کی طرف علوم کی منتقلی کا کام صدیوں جاری رہا اور صلیبی جنگوں کا زمانہ بھی صدیوں پر محیط ہے۔

تاریخِ مستشرقین کا پہلا دور:

مستشرقین کی تاریخ کا پہلا دور اس زمانے پر مشتمل ہے جب یورپ جہالت کی تاریکیوں میں سر سے پاؤں تک ڈوبا ہوا تھا اور اُدھر اندلس اور سسلی میں مسلمانوں نے علم کے وہ چراغ روشن کر دیئے تھے جن کی روشنی اندھیروں میں بھٹکنے والے اہلِ مغرب کو بھی دعوت نظارہ دینے لگی تھی۔اس دور میں اہلِ مغرب مسلمانوں کے علوم کی طرف بالکل اسی انداز میں متوجہ ہوئے جس طرح آج پسماندہ اور ترقی پذیر قوموں کے لوگ ترقی یافتہ اقوام سے علم و تہذیب کا درس لینے ان کے علمی مراکز کا رُخ کرتے ہیں۔

پہلے دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب مسلمانوں نے اندلس کو علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کا مرکز بنا دیا تھا اور اہلِ مغرب اس شمع علم سے اکتسابِ نور کرنے یا اس شمع کو بجھانے کے لیے جوق در جوق اندلس کا رُخ کر رہے تھے۔[10] اہلِ مغرب نے اس زمانے میں اندلس اور سسلی وغیرہ کے علمی مراکز کا رُخ کیا۔وہاں علم حاصل کیا اور مسلمانوں کے علوم کے یورپی زبانوں میں تراجم کیے جس میں فلسفہ، ریاضی، طب، ہیئت اور دیگر علومِ عقلیہ کی کتابیں بھی شامل تھیں، ساتھ ساتھ قرآنِ حکیم اور دینی موضوعات کی دیگر کتابوں کو بھی یورپی زبانوں میں منتقل کیا گیا۔[11] عربی ورثے کی روشنی میں نئی کتابیں تالیف ہونے لگی تھیں، مدارس قائم ہو رہے تھے۔یوں راہبوں کے عربی مدارس ہر طرف پھیلنے لگے۔

1250ء میں اشبیلیہ، 1259ء میں بارسلونا، 1276ء میں میورقہ، 1281ء میں بلنیا اور 1291ء میں جینوا میں مدارس قائم ہوئے اور کلیسا کے مدارس میں سے کچھ ترقی کرکے یونیورسٹیوں کی شکل اختیار کر گئے۔ پوپوں اور بادشاہوں نے دل کھول کر مدارس کی مدد کی۔ان میں بلنسیہ، بالما، لریدا اور بلد الولید کی یونیورسٹیاں بہت مشہور ہوئیں اور انہوں نے اسلامی علوم کو یورپ میں پھیلانے کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔[12]

دوسرا دور:

اس دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب صلیبی جنگوں نے پورے مغرب میں اسلام دشمنی کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانے میں مستشرقین نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کو اپنی تحقیق کا نہیں بلکہ اپنی الزام تراشیوں کا ہدف بنایا اور تاریخی حقائق کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنے تخیل کی بلند پروازی کے ذریعے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

اسلام کے خلاف کاروائیوں میں ان کا بنیادی شکار نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات رہی۔اس دور میں انہوں نے فرضی تصویری کہانیوں، افسانوں، ناولوں اور ڈراموں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات، آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کی کردار کشی کی۔[13] اس دور کے مستشرقین کا تکیہ صرف پروازِ تخیل پر تھا۔انہیں اسلام کے خلاف لکھنے کے لیے نہ عربی زبان سیکھنے کی ضرورت تھی اور نہ دینِ اسلام کی تعلیمات کی حقیقت سے آگاہ ہونا ان کے لیے ضروری تھا۔وہ تو اسلام کو سب سے بڑی برائی سمجھتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو وہ ہر برائی کا منبع سمجھتے تھے۔اس لیے ان کا عقیدہ تھا کہ وہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بارے میں جو چاہیں لکھیں اس میں

کوئی ہرج نہیں ہے۔ مشہور مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) جس نے خود بھی اسلام کے تصور کو مسخ کرکے پیش کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں وہ اپنی کتاب (Muhammad Prophet and statesman) میں لکھتا ہے:

"Even befor the crusades focused attention on the expulsion of the soracens from the Holy Land, medieval Europe was building up a can-ception of a great enemy. At a point Muhammad was transformed into Mahound , the prince of dark-ness."[14]

مسلمانوں کو ارضِ مقدس سے نکالنے کی صلیبی کوششوں سے پہلے ہی یورپ میں (آپ ﷺ کا نام) "دشمنِ اعظم" (کے طور پر) کا تصور جڑ پکڑ چکا تھا۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب محمد کو "Mahound" کی شکل میں پیش کیا گیا جس کا مطلب تھا "برائی کا شہزادہ"۔

ایک اور مستشرق فلپ کے ہٹی "Philip.k.Hitti" اپنی کتاب "Islam a way of life" میں لکھتا ہے:

"Western fablers used Maumet-one of the forty-one vari-ants of Muhammad's name listed in the Oxford Eng-lish Dictionary. In the sense of idol. It came to mean "Puppet" or "doll". In this sense Shakespeare used the word in "Romeo and Juliet". Another variant of the same Mahoun, was used in english medie-val encyclical plays as an object of worship. Ironically the greatest in conoclats and the leading champion of the oneness of God in history was metmorphosed in to an object at worship."[15]

مغربی قصہ گوؤں نے "Maumet" کو (جو لفظِ محمد کی بگڑی ہوئی ان چالیس شکلوں میں سے ایک ہے جن کا ذکر آکسفورڈ ڈکشنری میں ہوا ہے) بُت بنا کر پیش کیا۔ یہ لفظ پتلی اور گُڑیا کا ہم معنی بن گیا۔ شیکسپئر نے "Romeo and Juliet" میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا۔ محمد کے نام کی ایک بگڑی ہوئی شکل "Mahoun" کو قرونِ وسطیٰ کے ایک گشتی ڈرامے میں ایک ایسی چیز کے طور پر کیا گیا جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا مزاح ہے کہ ایک بُت شکنی اور تاریخِ انسانی میں توحیدِ خداوندی کے سب سے بڑے چیمپئن کو معبود بنا کر پیش کیا گیا۔

فلپ۔کے۔ہٹی نے نبی اکرم ﷺ کی ذات پر ان بے بنیاد الزامات کو اپنے پیشرووں کی غلط فہمی کہہ کر ان کے جرم کی شناعت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ تھے۔ بلکہ وہ نبی اکرم ﷺ کو پہچانتے تھے کیوں کہ اس بات میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی مخالفت کی، ہر دور میں ان کی اکثریت مذہبی لوگوں پر مشتمل تھی اور اہلِ کتاب کے مذہبی راہ نما نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ تھے۔ ہمارے رب نے صدیوں پہلے ہی اس حقیقت کا اعلان فرما دیا تھا:

"اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ"[16]

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انہیں جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر۔

مستشرقین کا اسلام کے متعلق یہ رویہ لاعلمی کی بنیاد پر تھا یا بدنیتی کی بنیاد پر، اس کو سمجھنے کے لیے رودی بارت کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

"حقیقت یہ ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں علمائے مغرب اور کلیسا کے راہنماؤں کی رسائی اسلام کے اصل مصادر تک بڑی وسیع تھی۔ لیکن ان مصادر کا معروضی مطالعہ کرنے کی کوشش اس سابقہ عقیدے کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی تھی کہ اسلام عیسائیت کا دشمن ہے اور اس میں کسی خیر کا وجود ممکن نہیں۔ اس لیے لوگ صرف ان معلومات کو اہمیت دیتے تھے جو اس نظریئے کی تقویت کا باعث ہوتی تھیں۔ اس لیے وہ اسی خبر کی طرف جھپٹتے تھے جس میں دینِ اسلام یا پیغمبرِ اسلام ﷺ

کے متعلق برائی کا کوئی پہلو نظر آتا"۔[17]

حقیقت یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف متعصبانہ بلکہ غیر انسانی رویہ اس لیے اپنایا تھا کہ تحریف شدہ یہودیت و نصرانیت کی کھوکھلی تعلیمات اس قابل نہ تھیں کہ وہ اسلام کی واضح اور عقلی تعلیمات کے سامنے ٹھہر سکتیں۔انہیں یقین تھا کہ اگر اسلام کی تعلیمات اپنی اصل شکل میں اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی سیرت طیبہ کے حالات اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ تک پہنچ گئے تو انہیں اسلام کے دامن میں پناہ لینے سے کوئی چیز روک نہیں سکے گی۔یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو بگاڑ کر پیش کیا، پیغمبرِ اسلام ﷺ کی کردار کشی کی اور اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو نورِ ہدایت سے محروم کرنے کے لیے اپنا سارا زور صرف کر دیا۔

تیسرا دور:

تیسرے دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب دنیا میں طاقت کا توازن اہلِ مغرب کے حق میں بدل دیا گیا تھا اور وہ مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر عالمِ اسلام کو اپنے استعماری شکنجے میں کسنے کے خواب دیکھنے لگے تھے۔دنیائے اسلام پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے انہوں نے بڑی محنت سے منصوبہ بندی کی۔انہوں نے بروقت اس حقیقت کو محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں کے علاقوں پر تسلط قائم کرنے اور اس تسلط کو دوام بخشنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، دینی، اخلاقی اور معاشی حالات کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔
ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی خوبیوں اور خامیوں سے مکمل آگاہی حاصل کی جائے تاکہ ان کی خامیوں سے فائدہ اٹھا کر ان کی خوبیوں کو خامیوں سے بدل کر انہیں کمزور کیا جاسکے۔[18]

اس دور کی خصوصیت کی بات کی جائے تو وہ یہ تھی کہ انہوں نے عالمِ اسلام کے علمی خزائن کو تلاش کرنے، انہیں یورپ میں منتقل کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کو بھی ضروری سمجھا۔ان تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ مغرب میں اسلامی تہذیب و تمدن اور عربی زبان کو سمجھنے والے لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہو جن کی کوششیں عالمِ اسلام پر مغرب کے استعماری تسلط کی راہ ہموار کر سکیں۔اس مقصد کے لیے انہوں نے متعدد اقدامات کیے جو حسبِ ذیل ہیں:

1. مسلمانوں کے علمی شاہپاروں کی نشر واشاعت کا بندوبست۔
2. عالمِ اسلام سے مخطوطات اور کتابوں کو جمع کرکے انہیں یورپ منتقل کرنا۔
3. عربی علوم اور مشرقی تہذیب وتمدن کو سمجھنے کے لیے مراکز کا قیام۔
4. عالمِ اسلام میں علمی مہمیں بھیجنے کا بندوبست۔
5. یونیورسٹیوں میں عربی اور سامی زبانوں کی تدریس کے لیے (Chairs) کا قیام۔
6. السنہ شرقیہ کی تدریس کے لیے مختلف تعلیمی اداروں کا قیام۔
7. متعدد کانفرنسوں کے ذریعے تحریک کے کام کو منظّم کرنے کی کوششیں۔

اس دور میں فرانس، ہالینڈ، جرمنی، انگلینڈ اور دوسرے یورپی ممالک میں بڑے مشہور مستشرق ظاہر ہوئے جنھوں نے عالمِ اسلام پر اہلِ مغرب کے استعماری تسلط کا رستہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔[19] کتابوں کی نشرواشاعت اور مغربی زبانوں میں تراجم شائع ہوئے، جن میں جغرافیہ، تاریخ، طب، داستانیں، ریاضی اور فلسفہ کی کتب شامل ہیں۔[20]

کتبے اور مخطوطے جمع کیے گئے:

ڈاکٹر منجن نے 1924ء سے 1929ء تک مشرقِ قریب سے بیشمار مخطوطات جمع کیے اور پھر دوسرے لوگوں کے جمع کردہ مخطوطات کے ساتھ ملا کر ان کی ایک فہرست تیار کی۔اسی طرح "مارگولیتھ" نے بھی مخطوطات کی ایک فہرست مرتب کی۔برلن، پیرس،

میلانو، روم، لندن، آکسفورڈ، کیمبرج، میونخ، ڈبلن، ایڈنبرا، لینن گراڈ، برٹش ایشیاٹک سوسائٹی اور اسکوریال کی لائبریریاں مخطوطات کی شکل میں مسلمانوں کے علمی ورثے سے بھری پڑی ہیں۔[21] مذکورہ بالا لائبریریوں میں اڑھائی لاکھ کے قریب مخطوطے ہیں اور ان کو طاقِ نسیان کی زینت نہیں بنایا گیا بلکہ بے شمار عالم اس علمی ورثے کی فہرستیں مرتب کرنے، مخطوطات کو ترتیب دینے، ان مخطوطات کی افادیت اور اوصاف کی تفصیلات تحریر کرنے اور ان کے مصنفین کے حالاتِ زندگی مرتب کرنے پر مامور ہیں۔ "بودلی" کی لائبریری مخطوطات کے لیے خصوصاً مشہور ہے۔ یہ لائبریری 1603ء میں قائم ہوئی اور اس میں 3274 مخطوطے محفوظ ہیں۔[22] اٹلی کی لائبریریوں میں بے شمار مخطوطے محفوظ ہیں۔ اسی طرح 1917ء کے انقلاب کے وقت روس کی لائبریروں میں پچاس ہزار مخطوطے جمع تھے۔[23]

مستشرقین کے قائم کیے ہوئے عربی اور سامی زبانوں کی تدریس کے شعبے:

مستشرقین نے یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں مشرقی زبانوں کی تدریس کے لیے مدارس قائم کیے۔ ان مدارس میں اہلِ مغرب بھی علومِ شرقیہ حاصل کرتے اور کئی مشرقی لوگ بھی ان مدارس میں مستشرق اساتذہ سے مشرقی آداب کا درس لینے کے لیے داخل ہوتے۔ لندن، پیرس اور برلن کے مدارس عربی کی تدریس کے لیے مشہور ہیں۔[24] ہوں بھی کیوں نہ کہ عربی زبان سیکھنے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے "گلیوم پوسٹل" کہتا ہے:

> عالمی زبان ہونے کی وجہ سے عربی زبان، افریقیوں، مصریوں، شامیوں، ایرانیوں، ترکوں، تاتاریوں اور اھل ہندوستان کے ساتھ رابطے میں مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ زبان اپنے دامن میں ادب کا ایک قیمتی ذخیرہ رکھتی ہے۔[25]

علمی مہمیں بھی اس دور میں زور وشور سے جاری تھیں:

یورپ میں علمی مہم کا آغاز و اسلوب پہلی دفعہ پندرہویں صدی میں نظر آتا ہے جب ایک اطالوی باشندہ نے دمشق میں عربی سیکھی۔ پھر علم کی تکمیل کے لیے لبنان، مصر، فارس اور ایشیائے کوچک کا سفر اختیار کیا۔ پھر بادوی کے مدرسہ میں واپس آیا جس کو عربوں نے قائم کیا تھا۔ اور وہاں اس نے ابن سینا کے فلسفہ کی تشریح کی۔ اس کے بعد کئی لوگ علمی مہموں پر روانہ ہوئے۔[26]

انجموں کا قیام:

مستشرقین نے اپنے کام کو منظّم کرنے اور اس کے دائرہ کار کو وسیع کرنے کے لیے مختلف زمانوں میں کئی انجمنیں قائم کیں۔[27]

کانفرنسوں کا قیام:

مستشرقین نے استشراق کے کام کا جامع پروگرام وضع کرنے، ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے اور اپنی کوششوں کو تقسیم کار کے اصول پر منظّم کرنے کے لیے کئی کانفرنسیں منعقد کیں۔

ایشیائی سوسائٹیاں:

اہلِ مشرق کے اندازِ حیات کو سمجھنے اور مشرقی خصوصیات کے ادراک کے لیے مستشرقین نے متعدد سوسائٹیاں قائم کیں۔[28] مغرب نے جب سے ممالک اسلامیہ کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا شروع کیا ہے، اس وقت سے ان کی علمی کاوشیں اسی نقطے کے گرد گردش کرتی ہیں کہ وہ ان ممالک کے استحصال کے لیے کون سا طریقہ اختیار کریں کہ انہیں بندوق بھی نہ اٹھانی پڑے اور ان کا دشمن بھی مغلوب ہو جائے۔ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

چوتھا دور:

تحریکِ استشراق کی تاریخ کے چوتھے دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب نوآبادیاتی نظام کے شکنجے کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی اور مسلم ممالک میں آزادی کی تحریکوں نے استعماری طاقتوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بجادی۔ جب طویل غلامی کے بعد مسلمانوں کے آزاد ضمیر

نے انگڑائی لینا شروع کی، انہوں نے غلامی پر موت کو ترجیح دینے کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور ان میں سے ایسے مردانِ حق پیدا ہوئے جنہوں نے سلطان ٹیپو شہید کی روح کو سلام کرتے ہوئے نعرہ لگایا "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہوتی ہے" تو استعماری طاقتیں نئی صورتحال سے دوچار ہو گئیں۔

اب ان کے لیے ایک راستہ تو یہ تھا کہ آزادی کی اٹھتی ہوئی تحریکوں کو بزور شمشیر کچل دیں اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے علاقوں کو خالی کر کے اپنے ممالک میں واپس چلے جائیں۔ پہلے راستے کی ان میں جرات نہ تھی کیوں کہ صلیبی جنگوں کی طویل تاریخ کے ہولناک مناظر انہیں اس راستے کو اختیار کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس لیے انہوں نے نوآبادیات کو آزادی دینے کا فیصلہ کر لیا۔

اس پسِ منظر میں ان کا مسلمان علاقے چھوڑنا آسان نہیں تھا جہاں اتنا عرصہ انہوں نے حکومت کی تھی، لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کی دوستی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ انہوں نے پوری کوشش کی کہ مسلمان جسمانی طور پر ان کے غلبے سے آزاد ہو کر بھی ان کی ذہنی غلامی سے آزاد نہ ہو پائیں۔ اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ ایسی تمام چیزیں جو مسلمانوں کے دلوں میں اہلِ مغرب کے خلاف نفرت پیدا کرتی تھیں، ان کے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان کے پیشرووں نے کئی سو سال تک اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف زہر اگلا تھا۔ عیسائیوں سے مسلمانوں کو متنفر کرنے کے لیے مستشرقین کی یہ کتب خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں اس لیے تحریکِ استشراق کے گرگٹوں نے ایک اور رنگ بدلا۔ اب ایسے مصنفین منظرِ عام پر آنے لگے جنہوں نے پیشرووں کی تحریر پر شدید تنقید کی۔ انہوں نے اسلام کے بارے میں ایسی کتب لکھیں جس میں اسلام کے کچھ شعبوں کی تعریف کی گئی تھی۔ اس قسم کے مصنفین کی تحریروں میں گو انصاف کی جھلک نظر آتی ہے لیکن نسلی اور دینی تعصب نے ان کو بھی انصاف کے آئینے میں حقائق کو دیکھنے کی مہلت نہ دی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان مصنفین کا مقصد حق کی جستجو تھا ہی نہیں۔ ان کا مقصد تو صرف مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنا تھا اور اپنے رویے میں معمولی سی تبدیلی سے انہوں نے یہ مقصد حاصل کر لیا۔

اگر ذرا دقت نظر سے دیکھا جائے تو انسان اس حقیقت کا فوراً ادراک کر لیتا ہے کہ اس دور کے مستشرقین کا پھیلایا ہوا زہر، ہر دور کے مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔[29]

پانچواں دور:

تحریکِ استشراق کی تاریخ میں ایک اور اہم موڑ اس وقت آیا جب اسلامی ممالک کو قدرت نے زرِ سیال کی دولت سے مالامال کیا۔ قدرت نے ملتِ اسلامیہ کو یہ نعمت اس دور میں عطا کی تھی جب اقتصادی تقاضوں نے انسانی زندگی کے دیگر تمام تقاضوں کی اہمیت کو کم کر دیا تھا۔ اقتصادی خوشحالی ہی عزت، شہرت اور تہذیب کا معیار بن چکی تھی۔[30] استعماری طاقتوں نے نوآبادیاتی نظام کے خاتمے کے بعد مسلمانوں پر اپنے اثر و نفوذ کو قائم رکھنے کے لیے اقتصادیات ہی کا سہارا لیا تھا۔ مسلم ممالک نے گو آزادی حاصل کر لی تھی لیکن وہ اقتصادی شعبے میں مغرب کی طرف دیکھنے پر مجبور تھے۔ مستشرقین نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی جو طویل المیعاد منصوبہ بندی کی تھی اس کا نتیجہ تھا کہ مسلمان اس بات پر مجبور تھے کہ وہ اپنا خام مال کوڑیوں کے بھاؤ اہلِ مغرب کے ہاتھوں فروخت کریں اور پھر اس خام مال سے تیار شدہ اشیاء مہنگے داموں خرید کر اپنی نالائقی کا ماتم کریں۔

ناقص نظامِ تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں کی یونیورسٹیوں سے انجینئر، سائنسدان، ٹیکنالوجی کے ماہرین اور ایسے لوگ فارغ نہیں ہو رہے تھے جو اپنے ممالک کے بے پناہ قدرتی وسائل کو کام میں لا کر اقوامِ عالم کو اپنا دستِ نگر بنا سکتے بلکہ ان کے مدارس اور یونیورسٹیوں سے وہی لوگ فارغ ہو رہے تھے جو کلرکی کریں یا سیاست اور تعلیم کے میدانوں میں آ کر مسلمانوں کو تہذیبِ مغرب کا دلدادہ بنانے کے لیے اپنی صلاحیتیں وقف کریں۔[31] مسلمان اپنے وسائل کو خود اپنے خلاف اور اہلِ مغرب کے حق میں استعمال کر رہے تھے۔ اگر مسلمان اس قابل ہوتے کہ وہ اپنے خام مال کو خود مصنوعات کی شکل میں تبدیل کر سکتے تو یورپ کی فیکٹریاں بند ہو جاتیں۔ یورپ اقتصادی طور پر کمزور ہوتا تو

اس کی سیاسی چودھراہٹ بھی اپنی موت آپ مر جاتی لیکن افسوس مسلمان ایسا نہ کرسکے۔

مستشرقین نے اس دور میں اسلام کے روایتی مطالعے پر توجہ کم کر دی اور دورِ حاضر کے مسلمان معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔اب ان کے مطالعہ کا مرکز پورا مشرق نہ تھا بلکہ وہ ممالک تھے جہاں قدرت نے تیل کے وافر زخائر پیدا فرمادیئے تھے۔اب مستشرقین نے ایشیائی سوسائٹیوں کی بجائے مشرقِ وسطیٰ کے نام سے سوسائٹیاں قائم کرنا شروع کر دیں۔[32]

1966ء میں امریکہ نے جنوبی امریکہ کی مطالعتی ایسوسی ایشن برائے مشرقِ وسطیٰ (The middle east studies association of north America) قائم کی۔[33] مستشرقین اس دور میں جو کام کر رہے ہیں گو وہ خفیہ ہے لیکن اس کے اثرات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہیں۔وہ اسلامی ممالک جن میں زر سیال کی دولت موجود ہے، ان پر وہ لوگ حکمران ہیں جن کا مرکزِ قوت امریکہ ہے۔اہلِ مغرب جمہوریت کے پرچارک اور شہنشاہیت اور آمریت کے دشمن ہیں لیکن تیل پیدا کرنے والے مسلمان ممالک کے لیے وہ جمہوریت کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔کیوں کہ اگر وہاں جمہوریت ہو گی تو ان ممالک کی پالیسیوں پر مغرب کا کنٹرول کمزور پڑ جائے گا۔اہلِ مغرب کی غنڈہ گردی اسی وقت ختم ہو سکتی ہے جب مسلمان اپنے دوست اور دشمن میں تمیز کر پاتے اور ایک آزاد قوم کی طرح دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا حوصلہ اپنے اندر پیدا کرتے۔

چھٹا دور:

ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، اس دور نے مستشرقین کے لیے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔اسلام کے شجرہ طیبہ کو جڑوں سے اکھیڑ پھینکنے اور ہدایت کی اس شمع کو گل کرنے کے لیے عالمِ کفر نے ہر دور میں زبردست کوششیں کیں۔ مسلمانوں کو تلوار اور قلم کے ساتھ گھائل کرنے کی کوششیں صدیوں تک جاری رہیں اور ایک وقت وہ آیا جب اسلام دشمن قوتوں کو یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کا اپنے مرکز سے رابطہ ٹوٹ چکا تھا جس کے بحال ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ مستشرقین نے صدیوں اسی مقصد کے لیے کوششیں کی تھیں۔ انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو ایسے بھونڈے انداز میں پیش کیا تھا کہ ہر سلیم الفطرت انسان اس سے نفرت کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔انہوں نے مسلمانوں کا رشتہ اپنے عظیم نبی سے توڑنے کے لیے خدا کے اس عظیم پیغمبر کو ایک افسانوی کردار بنا دیا تھا۔انہوں نے مسلمانوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ ان کی تہذیب کے مقابلے میں مغربی تہذیب کہیں بہتر ہے۔انہیں یہ باور کرانے کی کوشش بھی کی تھی کہ اگر وہ دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام سے رابطہ منقطع کر لیں۔انہوں نے اسلام کو ایک افیون قرار دیا جو انسان کی وقت عمل کو مضمحل کرکے رکھ دیتی ہے۔کیمونسٹوں نے اپنے زیرِ تسلط علاقوں میں مسلمانوں کے تشخص کو ختم کرنے اور انہیں اپنے دین سے دور رکھنے کے لیے ظلم و ستم کا ہر تیر آزمایا تھا۔جب اسلام کے نام پر نئی ریاست پاکستان کا قیام کامیابی سے ہو گیا تو جو ممالک اسلامیہ استعماری تسلط سے آزاد ہوئے، ان ممالک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے ہونے لگے۔

مستشرقین ایک مرتبہ پھر استشراقی، صیہونی، تبشیری اور استعماری آرزوؤں کے محل کی حفاظت کے لیے میدان میں آ گئے۔انہوں نے مسلمانوں کے لیے دہشت گرد اور بنیاد پرست کی اصطلاحیں ایجاد کیں۔الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ان اصطلاحوں کی اتنی تشہیر کی کہ مسلمان زعماء کی زبانوں سے بھی بنیاد پرستی کی مذمت ہونے لگی۔ مسلمانوں کا طبقہ دہشت گردی کے الزام سے بچنے کے لیے اپنے مسلمان ہونے پر شرمندگی محسوس کرنے لگا۔مزید برآں کہ اس دور کے مستشرقین کا طریقہ ہائے واردات نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک اور اسلام کے خلاف صرف کتب کی حد تک نہیں رہا بلکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو ہدفِ تنقید بنانے کے لیے گستاخانہ کارٹون بنائے اور انبیاءکے کرداروں کی العیاذ فلمیں بنائیں۔

خلاصۃ البحث:

تحریک استشراق کی تاریخ کے ان چھ ادوار کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مستشرقین نے اپنے کام کا آغاز دو جہتوں

میں کیا تھا۔انہوں نے ایک طرف تو مسلمانوں کے علمی ذخائر کو اپنے ممالک میں منتقل کرنے اور انہیں استعمال میں لا کر مادی اور تہذیبی میدانوں میں ترقی کرنے کی کوششیں شروع کیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے دین، ان کی تاریخ اور ان کی تہذیب کو مسخ کرنے، مسلمانوں کو اپنے دین سے بیگانہ کرنے اور غیر مسلم لوگوں کو اس دین سے متنفر کرنے کی بھرپور مہم چلائی۔

زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے طریقہ ہائے واردات میں تو تبدیلیاں آتی رہیں لیکن جس مقصد کے تحت اس تحریک کا آغاز ہوا تھا وہ مقصد مستشرقین کی آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا۔ مستشرقین نے کبھی طالب علموں کا روپ اختیار کیا۔ کبھی جسموں پر صلیبیں سجائیں۔ کبھی تحقیق اور جستجو کے نام پر ممالک اسلامیہ کے کونے کونے تک پہنچے۔ کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر منظر عام پر آئے اور کبھی پسماندہ اقوام کے لیے مشفق و مربی کا روپ دھارا۔ لیکن اتنے روپ بدلنے کے باوجود ان کا مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا اور وہ مقصد اسلام کی بیخ کنی کے سوا کچھ نہ تھا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1 پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1418ھ، ج:6، ص:128

Pir Muhammad Karim Shah Al-Azhari, Zia-ul-Nabi ﷺ, Zia-ul-Quran Publications, Lahore, 1418 H, Vol: 6, P: 128

2 ڈاکٹر محمد یاسین عریبی، کتاب الاستشراق و تغریب العقل التاریخ العربی، المجلس القومی للثقافۃ العربیۃ، رباط، ص:137

Doctor Muhammad Yasin Areebi, Kitab al-Istishraq wa Taghrib al-'Aql al-Tarikhi al-Arabi, Al-Majlis al-Qawmi lil-Thaqafah al-Arabiyyah, Rabat, P: 137

3 ڈاکٹر محمد ابراہیم الفیومی، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، دار الفکر العربی، قاہرہ، 1993ء، ص:142

Doctor Muhammad Ibrahim al-Fayumi, Al-Istishraq Risalah al-Isti'mar, Dar al-Fikr al-Arabi, Cairo, 1993 AD, P: 142

4 ڈاکٹر محمد احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، دار المنار، قاہرہ، 1989ء، ص:10

Doctor Muhammad Ahmad Diab, Adwa' 'Ala al-Istishraq wal-Mustashriqin, Dar al-Manar, Cairo, 1989 AD, P: 10

5 الاستشراق رسالۃ الاستعمار، ص: 143

Al-Istishraq Risalah al-Isti'mar, P: 143

6 ڈاکٹر احمد عبد الحمید غراب، رویۃ اسلامیہ للاستشراق، دار الاصالہ للثقافۃ والنشر والاعلام، ریاض، 1988ء، ص:8

Doctor Ahmad Abdul Hamid Ghurab, Ru'yah Islamiyyah lil-Istishraq, Dar al-Asalah lil-Thaqafah wal-Nashr wal-I'lam, Riyadh, 1988 AD, P: 8

7 آل عمران، الآیہ، 69

Āl 'Imraan, Al Āyah: 69

8 الاستشراق رسالۃ الاستعمار، ص: 144

Al-Istishraq Risalah al-Isti'mar, P: 144

9ضیاء النبی ﷺ، ج:6، ص:123

Zia-ul-Nabi ﷺ, Vol: 6, P: 123

10پروفیسر خلیق احمد نظامی، اسلام اور مستشرقین، اعظم گڑھ: مکتبہ معارف، 1986)، ج:2، ص:11

Professor Khaliq Ahmad Nizami, Islam Aur Mustashriqin, A'zam Garh: Maktabah Ma'arif, 1986, Vol: 2, P: 11

11ضیاء النبی ﷺ، ج:6، ص:131

Zia-ul-Nabi ﷺ, Vol: 6, P: 131

12دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، ص: 18

Diab, Adwa' 'Ala al-Istishraq wal-Mustashriqin, P: 18

13ضیاء النبی ﷺ، ج:6، ص:141

Zia-ul-Nabi ﷺ, Vol: 6, P: 141

14منٹگمری واٹ، محمد پرافٹ اینڈ سٹیٹس مین، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، آکسفورڈ، 1961ء، ص:231

Montgomery Watt, Muhammad Prophet and Statesman, Oxford University Press, Oxford, 1961, P: 231

15فلپ کے ہٹی، اسلام اے وے آف لائف، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، آکسفورڈ، 1971ء، ص:23

Philip K. Hitti, Islam A Way of Life, Oxford University Press, Oxford, 1971, P: 23

16البقرہ، الآیہ:146

Al Baqarah, Al Āyah: 146

17ڈاکٹر محمود حمدی، الاستشراق والخلیفۃ الفکریۃ للصراع الحضاری، دار لمنار، قاہرہ، 1989ء، ص: 33

Doctor Mahmood Hamdi, Al-Istishraq wal-Khilafah al-Fikriyyah lil-Siraa' al-Khadaaree, Dar al-Manar, Cairo, 1989, P: 33

18ضیاء النبی ﷺ، ج:6، ص:153

Zia-ul-Nabi ﷺ, Vol: 6, P: 153

19ضیاء النبی ﷺ، ج:6، ص:154

Zia-ul-Nabi ﷺ, Vol: 6, P: 154

20ڈاکٹر عبدالمتعال محمد الجبری، الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری، مکتبہ وہبہ، قاہرہ، 1995ء، ص:22

Doctor Abdul Muta'aal, Muhammad al-Jabri, Al-Istishraq wa Wajh al-Isti'mar al-Fikri, Maktabah Wahbah, Cairo, 1995, P: 22

21ایضًا، ص:23

Ibid, P:23

22ایضًا، ص: 24

Ibid, P:24

23ایضًا

Ibid

24ضیاء النبی ﷺ، ج:6، ص:159

Zia-ul-Nabi ﷺ, Vol: 6, P: 159

25الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری، ص: 37

Al-Istishraq wa Wajh al-Isti'mar al-Fikri, P: 37

26ایضًا، ص: 26

Ibid, P:26

27ضیاء النبی ﷺ، ج:6، ص:160

Zia-ul-Nabi ﷺ, Vol: 6, P: 160

28الاستشراق وجہ الاستعمار الفکری، ص: 48

Al-Istishraq wa Wajh al-Isti'mar al-Fikri, P: 48

29ضیاء النبی ﷺ، ج:6، ص:167

Zia-ul-Nabi ﷺ, Vol: 6, P: 167

30ایضًا

Ibid

31ایضًا، ج:6، ص:168

Ibid, Vol: 6, P:168

32 ایضًا

Ibid

33پروفیسر خلیق احمد نظامی، اسلام اور مستشرقین، مکتبہ معارف، اعظم گڑھ، 1986، ج:2، ص:17

Professor Khaliq Ahmad Nizami, Islam Aur Mustashriqin, Maktaba Ma'arif, A'zam Garh, 1986, Vol: 2, P: 17